۴

مخلصین کا انتہائی اخلاص اور بعض لوگوں کا قابلِ اصلاح رویہ

(فرمودہ ۲۵ ؍جنوری ۱۹۳۵ء)

تشہّد ،تعوّ ذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

پہلے میں اس تأثر کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں جو میری ایک خواب اور بعض اور دوستوں کی خوابوں کے متعلق جنہیں میں نے ۔۴ جنوری کے خطبہ میں بیان کیا تھا جماعت میں پیدا ہوا ہے ۔مختلف رنگ میں جماعت نے اس سے اثر قبول کیا ہے اور جس قسم کے اخلاص سے بھرے ہوئے اور محبت سے لبریز خطوط مجھے آئے ہیں وہ اس گہرے تعلق کو جو کہ جماعت کے امام کے ساتھ جماعت کو ہے خوب اچھی طرح ظاہر کرتے ہیں ۔بعض لوگوں نے تو انتہائی الفاظ جو اپنے اخلاص کے اظہار کے متعلق وہ استعمال کر سکتے تھے لکھنے کے بعد اپنی بیچارگی اور معذوری کا اظہار کیا ہے اور لکھا ہے کہ انہیں الفاظ ایسے نہیں ملتے جن سے وہ اپنے اخلاص کا اظہار کر سکیں ۔بعضوں نے خواہش ظاہر کی ہے کہ اگر انہیں اجازت ہو تو وہ اپنی ملازمتیں چھوڑ کر قادیان آجائیں اور میرے لئے پہرہ دینے والوں میں شامل ہوں ۔بعضوں نے خواہش ظاہر کی ہے کہ جماعت پر دس پندرہ یا بیس ہزار روپیہ کی رقم جو مناسب سمجھی جائے لگادی جائے اور یہ کہ وہ اپنے اخراجات کو ہر رنگ میں کم کر کے اسے پورا کریں گے تا کہ اس روپیہ سے آپ کی حفاظت کے لئے انتظام کیا جائے ۔غرض وہ جوش اور اخلاص جس کا اظہار ہماری

جماعت نے کیا ہے ثابت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت ایک ایسے مقام پر پہنچ چکی ہے کہ گو اس میں بعض کمزور بھی ہوں مگر اس کا ایک بڑا حصہ ایسا ہے جو اس بوجھ کو اٹھائے چلا جائے گا جو احمدیت کے متعلق اس پر عائد ہوتا ہے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کا مقدر پورا ہو۔

کبھی کسی جماعت میں سارے مؤمن نہیں ہوئے بلکہ کچھ حصہ منافقین کا بھی ہوتا ہے۔ خود رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں تمام وہ لوگ جو آپ پر ایمان لائے مخلص نہیں تھے بلکہ منافق بھی تھے۔ پھر بہت سا حصہ جہاں قربانیاں کرتا وہاں ایک حصہ ایسا بھی تھا جو اسلام کے لئے قربانی کرنے پر تیار نہیں تھا حالانکہ اس موقع پر قربانیوں کے لئے ننگے ہوکر سامنے آنے کے بہت سے مواقع تھے لیکن اب ایک منظّم اور قانون پر چلنے والی گورنمنٹ کی ماتحتی کی وجہ سے منافق اور غیر منافق میں تمیز کرنا بہت مشکل ہے۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں جو شخص بھی ایمان لاتا اسے یہ ظاہر کرنا پڑتا کہ اس کی گردن اسلام کے لئے حاضر ہے اسے کاٹ لیا جائے مگر آج بعض لوگوں کو احمدی ہوئے بیس بیس سال گزر گئے مگر بوجہ ایک منظّم گورنمنٹ کے ماتحت ہونے کے انہیں کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچی۔ گو ہزارہا ایسے بھی ہیں جو احمدیت کی وجہ سے مارے پیٹے گئے، انہیں اپنی جائیدادوں سے بے دخل کر دیا گیا، ان کی بیویوں اور بچوں کو چھین لیا گیا اور ان کی عزتوں اور آبروؤں پر حملہ کیا گیا لیکن ایک حصہ ایسا بھی ہوگا اور یقیناً ہے جسے مخالفوں کی طرف سے کوئی قابلِ ذکر تکلیف نہیں پہنچی۔ پس آج جبکہ جماعت کے ایک حصہ کو سالہا سال سے کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچی کچھ منافق بھی ہماری جماعت میں شامل ہو جائیں تو ان کا پتہ لگانے کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔ مگر رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں مخالفت اتنی کھلی تھی اور مخالفت بھی تلوار کی مخالفت کہ جو شخص اسلام قبول کرتا اسے اپنی جان قربان کر کے اسلام میں شامل ہونا پڑتا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے باوجود بھی اس وقت منافق موجود تھے۔ تو موجودہ زمانہ میں ایسے لوگوں کی جماعت احمدیہ میں شمولیت کوئی بڑی بات نہیں ہوسکتی۔ پس کمزوروں کی کمزوری نہیں دیکھنی چاہئے بلکہ مخلصوں کا اخلاص دیکھنا چاہئے اور یہ کہ وہ اخلاص کس حد تک پہنچا ہوا ہے۔ اور اگر معلوم ہو کہ سلسلہ میں ایسے مخلصین موجود ہیں جو اپنی جان، اپنا مال، اپنی عزت، اپنی آبرو، اپنا آرام اور اپنی آسائش سب کچھ قربان کر کے سلسلہ کے پھیلانے اور اس کے اصول کو دنیا میں رائج کرنے کے لئے ہر وقت بے قرار رہتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ترقی کا مادہ اپنے

اندر رکھتی ہے اور کوئی مخالفت اسے بڑھنے سے نہیں روک سکتی۔
پہرے کے متعلق بھی دوستوں نے عجیب عجیب قسم کی تحریکیں کی ہیں۔بعضوں نے لکھا ہے کہ رات کو جب آپ سوئیں تو کسی کو یہ معلوم نہیں ہونا چاہئے کہ آپ کس کمرہ میں ہیں حتّٰی کہ بیویوں کو بھی یہ علم نہیں ہونا چاہئے۔بعضوں نے لکھا ہے کہ خیر بیویوں کو علم ہو تو کوئی حرج نہیں کسی اور کو معلوم نہیں ہونا چاہئے یہ تمام باتیں جماعت کے اخلاص اور محبت کا نہایت اچھی طرح اظہار کرتی ہیں گو ان پر عمل نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر ایسا کیا جائے تو زندگی دوبھر ہو جائے۔مگر جہاں جماعت کی طرف سے نہایت ہی اخلاص اور محبت کا اظہار کیا گیا ہے وہاں جیسا کہ بندر کا تماشہ دکھانے والے روکنے کے باوجود چھینک پڑتے ہیں اسی طرح چھینکنے والے لوگ بھی ہماری جماعت میں موجود ہیں۔چنانچہ مجھے بتایا گیا ہے کہ قادیان میں ایک شخص کو جب مسجد میں پہرہ کے لئے کہا گیا تو اس نے کہا کہ اس طرح پہرہ دینا میرے اصول کے خلاف ہے پس جہاں باہر کی جماعتوں میں ایسے ایسے مخلصین موجود ہیں جو پہرہ کے لئے اپنی نوکریاں چھوڑنے کے لئے تیار ہیں وہاں قادیان میں بعض ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو کہتے ہیں کہ پہرہ دینا ان کے اصول کے خلاف ہے حالانکہ ان کے وہ اصول کہاں سے آئے ہوئے ہیں کیا ان کے اصول کی صحت کا کوئی ثبوت ہے۔ممکن ہے اس ایک شخص کی بات سنکر میں اسے نظر انداز کر دیتا خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ یہ الفاظ ایک ایسے شخص کے منہ سے نکلے ہوئے ہیں جو ہمیشہ اپنی بے اصولی باتوں کو با اصول کہتا رہتا ہے اور اس کی عادت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ بہت سی بے اصولی باتیں کرتا ہے مگر انہیں اصول قرار دیتا ہے مگر چونکہ ایسے آدمی ہر جگہ بات کرنے کے عادی ہوتے ہیں اور گو ہمیں تو اس بات کی ضرورت نہیں کہ دیکھیں کون پہرہ دیتا ہے اور کون نہیں مگر چونکہ اس قسم کی باتوں کے نتیجہ میں وہ مخلصین اور کام کرنے والے لوگ جو پہرہ دیتے ہیں ان پر اعتراض ہوتا اور وہ بے وقوف سمجھے جاسکتے ہیں حالانکہ بے وقوف پہرہ دینے والے نہیں بلکہ پہرہ پر اعتراض کرنے والے ہیں اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ اس کا جواب دے دوں۔ورنہ اپنی ذات کے لئے مجھے اس پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کے اندر جو اخلاص میرے متعلق پیدا کیا ہے وہ اس قسم کی باتوں سے دور نہیں ہوسکتا مگر چونکہ ایک طبقہ ایسا بھی ہوسکتا ہے جو اس قسم کی باتوں سے متأثر ہو اور ممکن ہے کہہ دے کہ اعتراض کرنے والے نے کیسی اچھی بات کہی۔نماز کا اس

نے احترام کیا اور اس بات کو بے ضرورت سمجھا کہ خدا تعالیٰ کے فرض کی ادائیگی کے وقت کسی انسان کی حفاظت کے لئے نماز پڑھنی چھوڑی جائے اور اس طرح مخلصین کے اخلاص پر اعتراض واقع ہوتا اور وہ اس قسم کی باتوں کے نتیجہ میں احمق قرار پاتے ہیں اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ کچھ بیان کر دوں۔ پہلی چیز جو ہمارے سامنے ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ ہے۔ ابھی تک وہ لوگ زندہ ہیں جو باقاعدہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر کا پہرہ دیا کرتے تھے، سکول کے طالب علم، مہمان اور قادیان کے باشندے ہمیشہ پہرہ دیتے رہے بلکہ کچھ عرصہ تک ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب جالندھری کے سپرد بھی یہ ڈیوٹی رہی اور وہ سکول کے طالبعلموں کا پہرہ مقرر کرتے اور باریاں مقرر کرتے تھے اور یہ وہ لوگ تھے جو راتوں کو جاگ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکان کا پہرہ دیا کرتے۔ اس صورت میں اعتراض کرنے والے کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کا یہ طریقِ عمل بھی اس کے اصول کے خلاف ہوگا اور اس کے نزدیک لوگوں کا پہرہ دینا یا تو خدائی حفاظت کے باوجود جس کا آپ کو وعدہ دیا گیا ایک عبث فعل ہوگا اور یا ان کے وقار کے خلاف ہوگا۔ راتوں کو جاگنا اور پہرہ دینا جبکہ ایک شخص گھر میں بیٹھا ہوا ہو اور دروازے بند ہوں، اتنا ضروری نہیں ہوتا جتنا کہ انسان جب باہر نکلے تو اس کی حفاظت ضروری ہوتی ہے مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایسا ہوتا رہا۔ یہ شخص اگر اس وقت ہوتا تو یہی کہتا کہ پہرہ دینا تو میرے اصول کے خلاف ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب سفروں پر جاتے تو آپ کے ساتھ حفاظت کے لئے زائد سواریاں اور یکّے ہوتے۔ اگر آپ رَتھ میں جاتے تو علاوہ ان لوگوں کے جو حفاظت کے لئے رَتھ میں ہی آپ کے ساتھ بیٹھ جاتے، دو تین رَتھ یا یکّے کے ساتھ ساتھ بھاگتے چلے جاتے۔ یہ شخص تو اگر اس وقت ہوتا اور اسے یکّے کے ساتھ چلنے کو کہا جاتا تو شاید خودکشی کو ترجیح دیتا کہ اس قدر ہتک کی گئی ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی گھر میں ہدیۃً آئی ہوئی چیز بغیر دریافت کئے استعمال نہ کرتے بلکہ آپ پوچھ لیتے کہ یہ کہاں سے آئی ہے، کون دینے آیا تھا اور آیا وہ شخص جانا پہچانا ہے یا نہیں۔ جب مخالفت زیادہ بڑھی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قتل کی دھمکیوں کے خطوط موصول ہونے شروع ہوئے تو کچھ عرصہ تک آپ نے سنکھیا کے مرکبات استعمال کئے تاکہ اگر خدانخواستہ آپ کو زہر دیا جائے تو جسم میں اس کے مقابلہ کی طاقت ہو، اس شخص کے

نزدیک یہ بھی خدا تعالیٰ کے توکّل کے خلاف ہوگا۔ پھر اپنے بچوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مغرب کے بعد کبھی باہر نہیں نکلنے دیتے تھے کیونکہ آپ سمجھتے تھے لوگ دشمن ہیں ممکن ہے وہ بچوں پر حملہ کر دیں اور انہیں نقصان پہنچائیں۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فوت ہوئے تو اس وقت میری ۱۹ سال عمر تھی۔ ۱۶، ۱۷ سال کی عمر تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے کبھی بھی مغرب کے بعد گھر سے نکلنے نہیں دیا اور اس کے بعد بھی آپ کی وفات تک میں اجازت لے کر مغرب کے بعد گھر سے جاتا۔ اس کے متعلق بھی وہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ یہ بالکل توکّل اور اصول کے خلاف امر ہے۔ پھر اس سے اوپر جا کر دیکھو توکّل کے سرچشمہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی یہی حال تھا۔ حدیثوں سے صاف ثابت ہے کہ روزانہ صحابہ میں سے چند لوگ آتے اور رسول کریم ﷺ کی حفاظت کے لئے پہرہ دیتے۔ پہلے تو وہ بغیر اسلحہ کے پہرہ دیا کرتے مگر ایک دن رسول کریم ﷺ نے ہتھیاروں کے چھنکار کی آواز سنی تو آپ باہر تشریف لائے دیکھا تو صحابہ اسلحہ سے مسلّح ہو کر پہرہ دینے آئے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر صحابہ نے عرض کیا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کیا پتہ کوئی ایسا دشمن آجائے جو باہتھیار ہو اس لئے ہم مسلح ہو کر آئے ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے جب یہ سنا تو ان کی تعریف کی اور ان کے لئے دعا فرمائی۔[1] اس آدمی کیلئے یہ بات بھی بڑی مصیبت ہوگی۔ پھر صحابہ کی حالت یہ تھی کہ رسول کریم ﷺ اگر ذرا بھی اِدھر اُدھر ہو جاتے تو وہ بے تحاشہ آپ کی تلاش میں دوڑ پڑتے۔ بخاری میں آتا ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ ایک باغ میں بیٹھے تھے، تھوڑی دیر کے لئے آپ بغیر اطلاع دیئے اس باغ کے دوسرے کونے کی طرف چلے گئے، صحابہ نے جب رسول کریم ﷺ کو نہ دیکھا تو وہ چاروں طرف دَوڑ پڑے۔ وہ مشہور حدیث جس میں آپ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا تھا کہ جس نے لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا وہ جنت میں داخل ہو گیا[2] اسی وقت کی حدیث ہے اس شخص کے نزدیک وہ سارے صحابہ جو اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں دَوڑے بے اصولے تھے اور ان کا دَوڑنا ان کے وقار کے خلاف تھا بھلا مؤمن بھی کبھی ہِل سکتا ہے۔ اسی طرح جنگ کے موقع پر رسول کریم ﷺ کے اِردگرد ہمیشہ ایک گارد ہوتی۔ صحابہ کہتے ہیں کہ جو ہم میں سب سے زیادہ بہادر ہوتا وہ آپ کے گرد کھڑا کیا جاتا۔ گویا چُن چُن کر نہایت مضبوط اور توانا آدمی رسول کریم ﷺ کی حفاظت کیلئے مقرر کئے جاتے۔ بدر کی جنگ میں صحابہ نے ایک عرشہ بنا دیا تھا اور رسول

کریم ﷺ کو اس پر علیحدہ بٹھا کر ایک تیز رفتار اونٹنی آپ کے پاس کھڑی کر دی اور کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ! ہمارے بھائیوں کو مدینہ میں معلوم نہ تھا کہ جنگ ہونے والی ہے اس لئے وہ نہ آئے لیکن یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ! اگر ہم سب کے سب مارے جائیں تو آپ اس تیز رفتار اونٹنی پر سوار ہو کر مدینہ تشریف لے جائیں وہاں ہمارے بھائیوں کی ایک جماعت بیٹھی ہے جو اسلام کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے حاضر ہے اسے آپ مدد کے لئے بلالیں۔[۳] پھر قرآن مجید میں صراحتاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خطرے کے وقت تمام مسلمان با جماعت نماز نہ پڑھیں بلکہ آدھے کھڑے رہا کریں اور آدھے نماز پڑھا کریں۔ جب ایک رکعت نماز پڑھ لی جائے تو نماز پڑھنے والے پہرہ پر کھڑے ہو جائیں اور پہرہ دینے والے نماز میں شامل ہو جائیں۔[۴] گویا حفاظت کے لئے پہرہ دینے والوں کو یہاں تک معافی دی گئی ہے کہ جنگ کے وقت ان کی ایک رکعت نماز ہی خدا تعالیٰ قبول کر لیتا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ ایک رکعت نہیں دو ہی رکعت ضروری ہیں دوسری رکعت وہ بعد میں پڑھ لیں۔

بہرحال قرآن مجید کا صراحتاً حکم ہے کہ حفاظت کے لئے مسلمانوں میں سے آدھے کھڑے رہا کریں اور گو یہ جنگ کے وقت کی بات ہے جب ایک جماعت کی حفاظت کے لئے ضرورت ہوتی ہے لیکن اس سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ چھوٹے فتنہ کے انسداد کے لئے اگر چند آدمی نماز کے وقت کھڑے کر دیئے جائیں تو یہ قابلِ اعتراض امر نہیں بلکہ ضروری ہوگا۔ اگر جنگ کے وقت ہزار میں سے پانچ سو حفاظت کے لئے کھڑے کئے جا سکتے ہیں تو کیوں معمولی خطرے کے وقت ہزار میں سے پانچ دس آدمی حفاظت کے لئے کھڑے نہیں کئے جا سکتے۔ یہ کہنا کہ خطرہ غیر یقینی ہے بیہودہ بات ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا ہوا آپ نماز پڑھ رہے تھے مسلمان بھی نماز میں مشغول تھے کہ ایک بدمعاش شخص نے سمجھا یہ وقت حملہ کرنے کے لئے موزوں ہے وہ آگے بڑھا اور اس نے خنجر سے وار کر دیا۔[۵] اس واقعہ کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ نماز کے وقت پہرہ دینا اس کے اصول یا وقار کے خلاف ہے تو سوائے اپنی حماقت کا مظاہرہ کرنے کے اور وہ کچھ نہیں کرتا۔ اسکی مثال اس بیوقوف کی سی ہے جو لڑائی میں شامل ہوا اور ایک تیر اُسے آلگا جس سے خون بہنے لگا۔ وہ میدان سے بھاگا اور خون پونچھتا ہوا یہ کہتا چلا گیا کہ یَا اَللّٰہ! یہ خواب ہی ہو۔ یہ شخص بھی گزشتہ واقعات کا علم رکھتا ہے بلکہ انہیں عملاً ہوتے ہوئے دیکھتا ہے مگر پھر کہتا ہے کہ یہ بات اصول کے خلاف ہے۔ تاریخ سے یہ بھی

ثابت ہے کہ ایک موقع پر صحابہ نے اپنی حفاظت کا انتظام نہ کیا تو انہیں سخت تکلیف اُٹھانی پڑی۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاص جب مصر کی فتح کے لئے گئے اور انہوں نے علاقہ کو فتح کرلیا تو اس کے بعد جب وہ نماز پڑھاتے تو پہرہ کا انتظام نہ کرتے۔ دشمنوں نے جب دیکھا کہ مسلمان اس حالت میں بالکل غافل ہوتے ہیں تو انہوں نے ایک دن مقرر کر کے چند سَو مسلّح آدمی عین اُس وقت بھیجے جب مسلمان سجدہ میں تھے۔ پہنچتے ہی انہوں نے تلواروں سے مسلمانوں کے سر کاٹنے شروع کر دیئے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ سینکڑوں صحابہ اُس دن مارے گئے یا زخمی ہوئے۔ ایک کے بعد دوسرا سرزمین پر گرتا اور دوسرے کے بعد تیسرا اور ساتھی سمجھ ہی نہ سکتے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ حتّٰی کہ شدید نقصان لشکر کو پہنچ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہؤا تو آپ نے انہیں بہت ڈانٹا اور فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم نہ تھا کہ حفاظت کا انتظام رکھنا چاہئے مگر انہیں کیا معلوم تھا کہ مدینہ میں بھی ایسا ہی ان کے ساتھ ہونے والا ہے۔ اس واقعہ کے بعد صحابہ نے یہ انتظام کیا کہ جب بھی وہ نماز پڑھتے ہمیشہ حفاظت کے لئے پہرے رکھتے۔ پس اگر ان معترضین کو خدا تعالیٰ نے قرآن مجید کی سمجھ نہیں دی تھی تو ان کا فرض تھا کہ یہ ان لوگوں سے پوچھتے جو مسائل سے واقفیت رکھتے ہیں۔ خود بخود بغیر سوچے سمجھے ایک بات کہہ دینا سوائے اپنے بے اصولا پن کا اظہار کرنے کے اور کس کا ثبوت ہے۔ آخر ایک نابینا کا یہی کام ہوتا ہے کہ وہ کسی بینا کا ہاتھ پکڑے تاکہ وہ گڑھے میں نہ گر جائے۔ جب وہ بھی دینی علوم سے ناواقف تھے تو ان کا کام تھا وہ کہتے میں بھی روحانی عالَم میں محتاجِ ہدایت ہوں مجھے راہ دکھایا جائے مگر بجائے اس کے کہ وہ کہتے مجھے کوئی دوسرا راہ دکھائے خود بخود چوہدری بننے لگے اور لوگوں سے یہ کہنے لگ گئے کہ آؤ ہمارے پیچھے چلو۔

دوسری بات مَیں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ پچھلے جمعہ میں مَیں نے اعلان کیا تھا کہ جو جماعتیں سمجھتی ہیں کہ اب احرار کی شرارت حد سے بڑھ گئی ہے اور انہیں اس پر احتجاج کی اجازت ملنی چاہئے انہیں میں اجازت دے سکتا ہوں کہ وہ الگ سیاسی انجمنیں بنالیں اور حکومت تک اپنے خیالات پہنچا کر دیکھ لیں اور گورنمنٹ کے سامنے اپنے دل کے زخم کھول کر رکھ دیں کہ کیا اثر ہوتا ہے اس امر کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کہ میں دیکھتا تھا جماعت میں اشتعال ہے اور سُرعت سے بڑھ رہا ہے۔ چنانچہ میں جب ۱۶رجنوری کو لاہور گیا تو وہاں میں نے بعض لوگوں کا شکوہ کیا تھا کہ وہ پورے جوش

سے کام نہیں کرتے لیکن جب میں واپس آیا اور بعد میں آئی ہوئی ڈاک پڑھی تو میں نے سمجھا کہ میرا خیال غلط تھا۔ باہر کی جماعتوں میں بھی شدید جوش تھا جس کے پھوٹ پڑنے کا ڈر تھا۔ تب یہ دیکھتے ہوئے کہ ہماری انجمنیں مذہبی ہیں اور ان میں سرکاری ملازم بھی شامل ہیں ایسا نہ ہو اس جوش کی حالت میں وہ بے سمجھے کوئی اقدام کر بیٹھیں۔ میں نے فوراً سیاسی انجمنوں کے متعلق اعلان کر دیا حالانکہ پہلے دو چار دن انتظار کا ارادہ تھا۔ سرکاری ملازموں کے سوا دوسرے لوگوں کے لئے بھی میں نے یہ شرط کر دی کہ جو ایسا کرنا چاہے کرے مجبوری یا حکم نہیں ہے اور یہ بھی شرط کر دی کہ سب لوگ قانون کی پابندی کریں اور شریعت کی بھی پابندی کریں۔ پس میں نے ان تجاویز کے ذریعہ ان لوگوں کے لئے جو بے اصولے بااصول بنتے تھے رستہ کھول دیا تھا کہ اگر وہ موجودہ انجمنوں میں شامل نہ ہوں تو کوئی انہیں منافق قرار نہ دے سکے کیونکہ اس میں شامل ہونا اختیاری رکھا گیا تھا مگر وہ ایسے بااصول نکلے کہ اس موقع پر بھی اعتراض کرنے سے نہ رہے حالانکہ اس میں ان کا اپنا بھلا مدنظر رکھا گیا تھا اور جہاں مذہبی انجمنوں میں شریک ہونا ضروری تھا وہاں ان انجمنوں میں شریک ہونا ان کے لئے ضروری نہ تھا مگر وہ اعتراض کرنے سے پھر بھی باز نہ رہے۔ چنانچہ قادیان میں سے تین آدمی ایسے ہیں جنہوں نے اس پر اعتراض کیا۔ قادیان جس طرح مخلصین کے لئے نیک نام ہے اسی طرح بعض مفسدین کے لئے بدنام بھی ہے۔ دو نے تو مجھے رقعے لکھے اور ایک نے کسی کے آگے بات بیان کی جو میرے پاس پہنچائی گئی ہے۔ ایک نے تو یہ اعتراض کیا ہے کہ آپ نے سیاسی انجمنوں کی اجازت دے کر بڑا غضب کر دیا۔ سیاست نہایت بُری اور خطرناک چیز ہے اور معلوم نہیں اب کیا ہو۔ یہاں تو خیر امن ہے باہر جو ہماری جماعتیں پھیلی ہوئی ہیں اور تعداد میں بالکل قلیل ہیں وہ تو اس سے بالکل ہی تباہ ہو جائیں گی۔

اسی طرح سیاسیات پر مسجد میں خطبے کیوں پڑھے گئے اگر گورنمنٹ ہماری مسجدوں پر قبضہ کرے دروازوں پر تالے لگا دے اور ہمیں بے دخل کر دے تو کیا ہو۔ دوسرے صاحب نے تو کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں سمجھی اور انہوں نے صرف اتنا لکھنا ہی کافی سمجھ لیا کہ جس وقت میں نے خطبہ سنا اسی وقت میں نے دل میں کہا کہ اُف بھاری غلطی ہوگئی اور اس وقت تو میں نے صبر کیا مگر اب میں آپ کو لکھتا ہوں کہ آپ فوراً اس تجویز کو واپس لے لیں۔ یہ نہایت ہی تباہ کن ہے یہ وہی بااصول صاحب

ہیں جنہوں نے کہا تھا کہ نماز کے وقت پہرہ کیوں دیا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنی بات کے ثبوت کے لئے کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں سمجھی۔ گویا ’’ آفتاب آمد دلیلِ آفتاب‘‘۔

یہ سمجھ لیا کہ جب میں کہہ رہا ہوں تو اس سے بڑھ کر کسی ثبوت کی اب کیا ضرورت ہوگی۔ تیسرے صاحب کے متعلق میرے پاس بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا جب میں نے خطبہ سنا تو اس وقت بے اختیار میرے منہ سے نکل گیا کہ اُف غضب ہوگیا، اب کیا ہوگا۔ اوّل تو میں کہتا ہوں کہ اس میں غضب ہونے کی بات ہی کونسی ہے اور کونسی اب نئی چیز جماعت کے سامنے رکھی گئی ہے جو اس سے پہلے نہیں تھی۔ میں نے سیاسی انجمنوں کے قیام کی اجازت دیتے ہوئے جو شرائط عائد کی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ قانون کے اندر رہ کر گورنمنٹ کے سامنے اپنے مطالبات رکھے جائیں۔ بھلا کیا یہ نئی چیز ہے؟ کیا ہم ہمیشہ گورنمنٹ کے سامنے اپنے حقوق کے لئے پروٹسٹ نہیں کرتے رہے آیا فتنہ مستریاں کے وقت ہم نے گورنمنٹ کے سامنے احتجاج کیا یا نہیں۔ پھر کیا اور موقعوں پر گورنمنٹ کے سامنے ہم نے اپنے حقوق کو پیش نہیں کیا۔ اگر کیا ہے تو اس میں نئی بات کونسی ہوگئی جس پر انہیں کہنا پڑا کہ اُف غضب ہوگیا۔ میں نے تو انہی لوگوں کے بچاؤ کے لئے یہ سب کچھ کیا تھا ہاں اتنی بات زائد کردی تھی کہ پہلے ہماری جماعت کے تمام لوگ یہ کام کیا کرتے تھے مگر اب تھوڑے کیا کریں گے۔ اگر وہ ذرا بھی عقلمندی سے میرا خطبہ سنتے یا یہی سمجھ لیتے کہ خلیفہ میں تھوڑی بہت عقل ہے اور اس نے جو کچھ کہا ہوگا سوچ سمجھ کر کہا ہوگا تو اتنی معمولی بات کا ان کی سمجھ میں آنا کوئی مشکل امر نہ تھا لیکن نہ تو انہوں نے اپنی عقل سے کام لیا اور نہ میرے متعلق یہ سمجھا کہ اس میں کچھ عقل ہے اور اعتراض کردیا حالانکہ اگر وہ سوچتے تو انہیں نظر آتا کہ جو پہلے ہوا کرتا تھا وہی اب بھی ہوا کرے گا۔ ہاں اس کام کو الگ کردیا گیا ہے اور ساری جماعت کا اس کام میں حصہ لینا ترک کرادیا گیا ہے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ مجھے جماعت کی طرف سے بعض اس قسم کی چٹھیاں موصول ہوئیں کہ ہم خطاب چھوڑنے کے لئے تیار ہیں، نوکریوں سے استعفے دینے کے لئے آمادہ ہیں، بھوکا پیاسا رہنا بلکہ مرنا ہم برداشت کرلیں گے مگر ہم سے یہ برداشت نہیں ہوسکتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخالف کُھلے بندوں ہتک کریں۔ جب مجھے اس قسم کی چٹھیاں موصول ہوئیں تو میں نے محسوس کیا کہ اگر میں نے اب اس میں دخل نہ دیا اور جماعت کے ایک حصہ کو سیاسی کام کے لئے الگ نہ کردیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بعض حکومت کے ملازم بھی اس

میں دخل دینا شروع کر دیں گے جو ان کے لئے جائز نہیں۔ پس گورنمنٹ کے ملازموں کو اس میں دخل دینے سے بچانے کے لئے میں نے الگ سیاسی انجمنیں قائم کرنے کی تحریک کی۔ پھر میرا یہ بھی مقصد تھا کہ ان انجمنوں میں شامل ہونا اختیاری رکھ کر ''بااصول'' کو ٹھوکر کھانے سے محفوظ رکھوں۔ مگر میری تمام احتیاطوں کے باوجود یہ بااصول لوگ بول ہی پڑے حالانکہ جن شرائط کے ماتحت میں نے سیاسی انجمنوں کی اجازت دی ہے وہ یہ ہیں کہ لوگ قانون کی پابندی کریں، شریعت کی پابندی کریں اور سلسلہ کی روایات کو برقرار رکھیں۔ مگر کیا ہم پہلے ایسے کام نہیں کرتے تھے جو قانون کے اندر ہوں۔ کیا پہلے ہم ایسے کام نہیں کرتے تھے جو شریعت کے ماتحت ہوں اور جن میں روایات سلسلہ کا احترام مدنظر ہو۔ اگر سب کچھ کرتے تھے تو اس میں نئی بات کونسی ایسی پیدا ہوگئی تھی جس پر انہیں حیرت ہوئی۔ نئی چیز جو پیدا ہوئی ہے وہ صرف آرگنائزیشن (ORGANIZATION) اور نظام ہے اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ یہ نظام میں نے دو غرضوں سے قائم کیا ہے ایک تو اس لئے کہ سرکاری ملازم اس میں سے نکل جائیں اور دوسرے اس لئے کہ ایسے ''بااصول'' نکل جائیں۔ پس ایک طرف تو میں نے گورنمنٹ کی خیرخواہی کی تا کہ ملک میں بددیانتی کی روح پیدا نہ ہو اور دوسری طرف اس میں شمولیت کو اختیاری رکھ کر اس قسم کے لوگوں کو دور رکھنا چاہا جو جماعت کے ساتھ نہیں چل سکتے کیونکہ میرا خیال تھا وہ کہہ دیں گے یہ مذہبی انجمنیں تو ہیں نہیں، ان میں شامل ہونا کیا ضروری ہے چلو چھٹی ہوئی۔ مگر انہوں نے خواہ مخواہ دخل دے دیا اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ پالیٹکس (POLITICS) میں دخل دیا گیا تو جماعت تباہ ہو جائے گی۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا ہم اس سے پہلے پالیٹکس میں دخل نہیں دیتے تھے۔ کیا سائمن کمیشن کی رپورٹ پر میں نے تبصرہ نہیں لکھا کیا نہرو رپورٹ پر تبصرہ میں نے نہیں کیا پھر کیا عدمِ تعاون کی تحریک کے دوران میں نے اس موضوع پر ایک کتاب نہ لکھی۔ کیا کانگرس کے متعلق جماعت نے ہمیشہ ریزولیوشنز پاس نہیں کئے اور کیا سلسلہ احمدیہ پر جب بھی کوئی حملہ ہوا، اس کے ازالہ کے لئے ہماری جماعت نے کوششیں نہیں کیں؟ یہ سب کچھ ہوتا رہا مگر اس وقت اس مقصد کے لئے علیحدہ انجمنیں نہیں تھیں اور تمام جماعت کا ان امور میں دخل دینا میں نے اس لئے جائز رکھا کہ وہ کام گورنمنٹ کی بہبودی سے تعلق رکھتا تھا اور گورنمنٹ کی بہبودی کے متعلق جو تحریکات جاری کی جائیں انہیں کسی صورت میں نہیں روکا جا سکتا۔ اسی لئے ایک دفعہ جب مَیں نے لارڈ اِرون[۶] (LORD IRWIN) سے

شکایت کی کہ آپ کے بعض افسر ایسے ہیں جو کانگرس کے مخالف حصہ لینے والوں کو بھی سزائیں دیتے اور اس کا نام پالیٹکس میں دخل دینا قرار دیتے ہیں۔ تو میرے اس کہنے پر گورنمنٹ نے ایک خاص سرکلر جاری کیا جس میں وضاحت کی کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ سیاسیات میں حصہ نہ لو تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کے خلاف سیاست میں حصہ نہ لو ورنہ گورنمنٹ کی تائید میں سیاست میں حصہ لینا کوئی جرم نہیں۔ پس چونکہ اس سے پیشتر ہم گورنمنٹ کا اپنا کام کرتے رہے ہیں اسلئے علیحدہ انجمنوں کی ضرورت نہیں تھی مگر اس موقع پر گورنمنٹ کے بعض کاموں پر نکتہ چینی کی جاتی تھی اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ اب علیحدہ سیاسی انجمنیں بنالی جائیں اور جہاں ملازموں کو الگ کر دیا جائے، وہاں ایسے بے اصولوں کو بھی شامل نہ کیا جائے۔ یہ بے اصولے لوگ بھی دنیا میں کبھی کوئی کام کیا کرتے ہیں۔ کام تو وہ کیا کرتے ہیں جو دیوانے ہوں ورنہ یہ تو جتنے زیادہ پرے رہیں اتنی ہی جماعت کو تقویت حاصل ہو۔ غرض جو کام اب کیا جائیگا جماعت پہلے بھی یہ کام کرتی رہی ہے جیسے گورنمنٹ کی طرف سے جب کانگرس کے جتھوں پر مار پیٹ شروع ہوئی اور بعض جگہ ظلم ہونے لگا تو میں نے بحیثیت امام جماعت احمدیہ حکومت کو توجہ دلائی کہ یہ امر گورنمنٹ کو بدنام کرنے والا اور کانگرس سے لوگوں کو ہمدردی پیدا کر دینے والا ہے۔ میرے اس توجہ دلانے پر لارڈ اِرون نے مجھے لکھا کہ آپ اپنی جماعت کا ایک وفد اس امر کے متعلق تفصیلی مشورہ دینے کے لئے بھیجیں اور انہوں نے سر جافری سابق گورنر پنجاب کو تاکید کی کہ ان کی باتوں کو غور سے سنا جائے اور ان پر عمل کیا جائے چنانچہ ہمارا وفد گیا اور انہوں نے نہایت خوشی سے ہماری باتوں کو سنا اور اس کے بعد سر جافری نے مجھے شکریہ کی ایک لمبی چِٹھی اپنے ہاتھ سے لکھ کر بھیجی۔ میں نے اس وقت انہیں یہی بتایا تھا کہ آپ بغیر بدنام ہوئے کانگرس کے اثر سے لوگوں کو بچا سکتے ہیں یہ ایک سیاسی بات تھی مگر ہم نے اس وقت اس میں دخل دیا۔ پس سیاسی کاموں میں ہم پہلے بھی حصہ لیتے رہے ہیں اور اب بھی لیں گے۔ فرق صرف یہ ہے کہ پہلے اس کام کی تمام جماعتوں کو اجازت تھی مگر اب چونکہ جوش کا وقت ہے اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ جو لوگ قربانی کے لئے تیار نہ ہوں وہ شامل نہ ہوں اور جو تیار ہوں انہیں شامل کر لیا جائے اور اس طرح میری غرض یہ تھی کہ ایک تو سرکاری ملازم اس میں سے نکل جائیں دوسرے اس قسم کے بے اصولے شامل نہ ہوں۔ پس یہ لوگ تو پہلے ہی آزاد تھے اور انہیں کسی نے مخاطب ہی نہیں کیا تھا پھر نہ معلوم انہیں خود بخود

کیوں فکر ہونے لگا۔ ان کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ جنگل میں کوئی لومڑی بھاگی جارہی تھی کسی شخص نے دیکھا تو اس سے پوچھا کہ اس طرح جلدی سے کیوں بھاگی جاتی ہو۔ وہ کہنے لگی بادشاہ نے حکم دیا ہے کہ جس قدر اونٹ ہیں وہ پکڑ لئے جائیں۔ وہ کہنے لگا تو پھر تمہیں کیوں فکر ہے پکڑے تو اونٹ جائینگے تم کیوں بے تحاشا بھاگی جارہی ہو وہ کہنے لگی کیا معلوم بادشاہ کے سپاہی مجھے اونٹ سمجھ کر پکڑ کر لے جائیں۔ تو ہم نے اونٹوں کے پکڑنے کا حکم دیا تھا لومڑیوں کے پکڑنے کا حکم تو دیا ہی نہیں تھا خواہ مخواہ ان کے گھبرانے کے کیا معنی ہیں۔ پھر جس قسم کی سیاست میں حصہ لینے کا میں نے اپنی جماعت کو حکم دیا ہے حکومت کے وزراء بھی اس میں حصہ لیتے رہتے ہیں۔ چنانچہ مسلم لیگ اور مسلم کانفرنس میں ہمیشہ حصہ لیا جاتا ہے۔ پنجاب سے سرفیروز خان نون، یو۔ پی سے نواب محمد یوسف خان صاحب اور بنگال سے ناظم الدین صاحب جو پہلے منسٹر تھے مگر اب گورنمنٹ کے ممبر مقرر ہو گئے ہیں، ہمیشہ مسلمانوں کی سیاسیات میں حصہ لیتے ہیں اسی طرح ہندو منسٹر بھی حصہ لیتے ہیں۔ تو جس قسم کی سیاسیات تک اپنے آپ کو محدود رکھنے کا میں نے حکم دیا ہے اس میں غیروں کا تو کیا ذکر گورنمنٹ کے وزراء بھی حصہ لیتے ہیں بلکہ گورنمنٹ کا قانون خود اس کی اجازت دیتا ہے۔ پھر اس میں غضب ہونے کا سوال ہی کونسا پیدا ہوتا ہے۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی روٹی کھاتا جائے اور کہتا جائے غضب ہو گیا سرکار مجھے پکڑ نہ لے۔ مجھے اس پر لطیفہ یاد آ گیا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے پاس ایک بزرگ نے جو موجودہ زمانہ کے علماء میں سے ایک بہت بڑے عالم سمجھے جاتے تھے، میں ان کا نام نہیں لیتا عربی زبان سے مس رکھنے والے انہیں جانتے ہیں، شکایت کی کہ میرا لڑکا پڑھتا نہیں اور یہ میرے لئے بہت بڑی بدنامی کا موجب ہے کیونکہ میرا تمام ہندوستان میں شہرہ ہے اور اگر میرا لڑکا ہی جاہل ہؤا تو یہ بڑی شرم کی بات ہے آپ اُسے نصیحت کریں کہ وہ پڑھے۔ حضرت خلیفہ اول فرماتے کہ میں نے اس لڑکے کو بلایا اور نصیحت کی تو وہ کہنے لگا میں گھاس کھود لونگا مگر پڑھوں گا نہیں۔ آخر جب بہت پوچھا کہ آخر تجھے ہؤا کیا ہے تو کہنے لگا والد صاحب کہتے ہیں کہ عربی پڑھو اور میں عربی کو موت سے بدتر سمجھتا ہوں۔ مجھے انگریزی پڑھائیں تو مجھے پڑھنے میں کوئی عذر نہیں مگر عربی تو میں ہرگز نہیں پڑھوں گا۔ آپ فرماتے میں نے اسے پھر نصیحت کی کہ عربی زبان سے تمہیں اتنی نفرت کیوں ہے دین کا اکثر علم عربی میں ہی ہے۔ پڑھ لوگے تو دینیات سے واقف ہو جاؤ گے۔ وہ کہنے لگا میں کیا بتاؤں

آپ جانتے ہیں میرے والد صاحب اگرچہ غریب ہیں مگر سارے ہندوستان میں ان کا شہرہ ہے، بڑے بڑے عالم ان کے شاگرد ہیں، انہوں نے عربی پڑھی مگر انگریزی نہ پڑھی۔ ایک دفعہ یہ ریل پر سوار ہونے گئے اور تھرڈ کلاس کا ٹکٹ لیا۔ اس زمانہ میں قریباً سب ہی لوگ تھرڈ کلاس میں سوار ہوتے تھے اور مولوی تو کسی صورت میں انٹر یا سیکنڈ کلاس میں نہیں بیٹھتے تھے۔ ان سے غلطی یہ ہوئی کہ چونکہ انہیں پتہ نہ تھا تھرڈ کلاس کا کمرہ کونسا ہے اور سیکنڈ کا کونسا، یہ غلطی سے ایک فسٹ یا سیکنڈ کلاس کے کمرہ کے پاس کھڑے ہو گئے اور اندر بیٹھنے لگے اتفاقاً وہاں ایک ٹکٹ کلکٹر آ گیا اس نے جب دیکھا کہ یہ بظاہر معمولی حیثیت کا آدمی سیکنڈ کلاس میں بیٹھنے لگا ہے تو کہنے لگا ٹکٹ دکھاؤ انہوں نے ٹکٹ دکھایا تو تھرڈ کلاس کا تھا وہ کہنے لگا دیکھتا نہیں یہ کمرہ سیکنڈ کا ہے اور ٹکٹ تھرڈ کلاس کا ہے۔ ٹکٹ کلکٹر کا اتنا کہنا ہی تھا کہ والد صاحب کا رنگ فق ہو گیا اور وہ اسٹیشن چھوڑ کر بھاگ نکلے اور ڈر کے مارے آدھ میل تک بھاگتے چلے گئے حالانکہ اگر ٹکٹ کلکٹر نے انہیں کچھ کہہ دیا تھا تو انہیں گھبرانے کی کیا ضرورت تھی۔ مجھے اس دن سے معلوم ہو گیا کہ یہ انگریزی نہ جاننے کی سزا ہے اور میں نے عہد کر لیا کہ چاہے یہ مجھے قتل کر دیں، ٹکڑے ٹکڑے کر دیں، میں نے عربی نہیں پڑھنی۔ پڑھنی ہے تو انگریزی ہی پڑھونگا۔ نہیں تو گھانس کھود کر گزارہ کر لوں گا۔ تو اسی قسم کا ڈر ان لوگوں کا بھی ہے۔ اگر ہماری جماعت کے لوگ سیاست میں حصہ لیں تو اس سے کیا غضب ہو جائے گا۔ اگر میں یہ کہتا ہوں کہ اٹھو اور گورنمنٹ کے خلاف شورش اور فساد کرو اور کانگرس میں شامل ہو جاؤ تب بھی ان کیلئے ڈرنے کی کوئی بات نہ تھی کیونکہ حکومت تمام کانگرسیوں کو نہیں پکڑتی بلکہ انہیں گرفتار کرتی ہے جو پکٹنگ کرتے یا بائیکاٹ کرتے ہیں ورنہ کھلے بندوں کانگرسی پھرتے ہیں اور گورنمنٹ کا کوئی قانون انہیں گرفتار نہیں کر سکتا۔ پس اگر میں یہ بھی کہہ دیتا کہ کانگرس میں شامل ہو جاؤ تب بھی ڈرنے کی کوئی بات نہیں تھی ہاں اگر میں یہ کہتا کہ پکٹنگ کرو یا نمک بناؤ یا سِول ڈِس اوبیڈیئنس (CIVIL DISOBEDIENCE) کا ارتکاب کرو تو بے شک وہ گھبرا سکتے تھے لیکن کہا تو میں نے وہ جس سے زیادہ گورنمنٹ کے منسٹر کرتے رہتے ہیں اور ڈرنے یہ لگ گئے۔ بلکہ منسٹر تو صرف قانون دیکھتے ہیں اور میں نے کہا کہ شریعت کی بھی پابندی کرو جس میں قانون سے زیادہ امور کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ پھر میں نے یہ بھی کہا ہے کہ سلسلہ کی روایات کا احترام مدنظر رکھو اور اس طرح بھی کئی قسم کی پابندیاں عائد کی جاتی ہیں۔ پس جو منسٹر کام کرتے ہیں جب ان سے بہت زیادہ شرطیں میں نے اپنی

جماعت پر لگا دی ہیں تو پھر ان کے دل کیوں دھڑکنے لگ گئے ۔ لیکن میں فرض کر لیتا ہوں کہ ہماری ہر قسم کی احتیاط کے باوجود پھر بھی گورنمنٹ ہماری جماعت کے افراد کو پکڑنے لگ جائے تو اس صورت میں بھی ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ کانگرس سے بڑھ کر تو تم نے شور نہیں مچانا تھا اور اگر کانگرس کے تمام افراد شور مچانے کے باوجود پکڑے نہیں جاتے یا بعض پکڑے جاتے ہیں اور وہ نہیں گھبراتے تو تمہارے گھبرانے کی کیا وجہ تھی ۔ لیکن میں فرض کر لیتا ہوں کہ کوئی ایسا ظالم حاکم بھی ہو کہ باوجود اس کے کہ تم قانون کی پابندی کرو، شریعت کی پابندی کرو، سلسلہ کی روایات کو ملحوظ رکھو، پھر بھی وہ تمہیں گرفتار کر لے تو اس پر بھی تمہیں بالکل ڈرنا نہیں چاہئے تھا کیونکہ اس صورت میں تم حق پر ہوتے اور وہ ناحق پر اور حق پر ہوتے ہوئے قید وبند تو فخر کی بات ہوتی ہے نہ کہ گھبرانے کی ۔ دیہات میں اس قسم کی مثالیں بعض دفعہ نظر آ جاتی ہیں کہ کسی شخص سے دشمنی ہو اور وہ گاؤں کے پاس سے بھی گزرے تو لوگ اسے پکڑ لیتے اور اس پر جھوٹا مقدمہ کھڑا کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ چور بن کر آیا تھا اور جھوٹی گواہیاں دے کر اسے سزا دلا دیتے ہیں ۔ پس اوّل تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی ایسا ظالم حاکم ہو لیکن فرض کر لو کہ قانون کی پابندی، شریعت کی پابندی اور سلسلہ کی روایات کی پابندی کرنے کے باوجود پھر کوئی افسر تمہیں پکڑ لیتا ہے، جھوٹا مقدمہ کھڑا کر دیتا ہے جھوٹی گواہیاں لوگ دینی شروع کر دیتے ہیں اور وکلاء کی کوششیں بھی ناکام رہتی ہیں اور تمہیں سزا ہو جاتی ہے تو پھر بھی کیا ہوا ۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو تو دشمنوں نے صلیب پر لٹکا دیا تھا تم کونسے ایسے مقدس ہو کہ تمہیں کبھی بھی کوئی تکلیف نہیں پہنچنی چاہئے مگر میں جانتا ہوں اصل غرض معترضین کی سلسلہ کا مفاد نہیں ۔ چنانچہ انہی معترضین میں سے ایک کو باہر تبلیغ کے لئے بھیجا گیا تھا مگر وہ چار سال تبلیغ کی بجائے سیاسیات میں ہی گزار کر واپس آ گیا ۔ اب وہی شخص ہماری جماعت کے سیاست میں دخل دینے پر اعتراض کر رہا ہے اور اعتراض بھی کس بھونڈے طریق سے کیا ہے کہ خط کے آخر میں اس نے لکھ دیا میں سمجھتا تھا کہ آپ کو قادیان کے حالات سے آگاہ کر دوں تا میں خدا تعالیٰ کے حضور ان باتوں کو چھپانے کی وجہ سے گنہگار نہ ٹھہروں ۔ گویا اس نے مجھے اتنا بیوقوف سمجھ لیا کہ میرے اس خطبہ پر اعتراض کرنیکے بعد جس میں میں نے ساری جماعت کو مخاطب کیا ہے اس کے آخر میں یہ لکھ دینے سے کہ میں قادیان کے حالات سے آپ کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں میں سمجھ لوں گا کہ گویا وہ قادیان کے حالات سے مجھے اطلاع دے رہا ہے اور اس کی نیت مجھ پر

اعتراض کرنا نہیں۔

میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ تینوں شخص جنہوں نے اعتراض کئے مخلص ہیں ، منافق ہرگز نہیں۔ مگر ان تینوں کے دماغ کی کَل بگڑی ہوئی ہے۔ میں انہیں منافق قرار نہیں دیتا بلکہ مخلص سمجھتا ہوں مگر میں یہ بھی یقین رکھتا ہوں کہ ان تینوں کی دماغی کَلیں بگڑی ہوئی ہیں۔ انہی میں سے ایک کی مجلس میں ہمیشہ نظامِ سلسلہ کے خلاف باتیں ہوتی رہتی ہیں اور ہمیشہ میرے پاس رپورٹیں پہنچتی رہتی ہیں مگر اس خیال سے میں رکا رہتا ہوں کہ یہ مخلص شخص ہے صرف دماغی بناوٹ کی وجہ سے معذور ہے۔

تیسرا شخص بھی اسی قسم میں سے ہے اس کے حالات میں سے ایک موٹی مثال میں پیش کرتا ہوں جس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ واقعی اس کی دماغی حالت میں نقص ہے۔ جب درد صاحب کے ولایت جانے پر یہاں کچھ شورش ہوئی اور لڑکوں سے غلطیاں ہوئیں اور میں نے لڑکوں کو ڈانٹا تو اس پر اس نے درد صاحب کو ایک چٹھی لکھی کہ میں آپ کو مبارک دیتا ہوں کہ آپ کی براءت ہوئی مگر آپ خلیفہ کی خوشنودی کا خیال نہ رکھا کریں بلکہ خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اس نادان سے کوئی پوچھے کہ کیا خلیفہ کی خوشنودی کا خیال رکھنا خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے خلاف ہؤا کرتا ہے۔ اگر خلیفہ کی خوشنودی ضروری نہیں تو خدا تعالیٰ نے خلافت کو قائم ہی کس لئے کیا ہے۔ اگر مجھے اس شخص کے اخلاص کا خیال نہ ہوتا تو میں اس تحریر کو بدترین نِفاق قرار دیتا کیونکہ منافق کی بھی یہی چال ہوتی ہے کہ وہ بدی کی تحریک نیکی کے پردہ میں کیا کرتا ہے۔ میں ان لوگوں کے اسی قسم کے بیسیوں واقعات جانتا ہوں اور بتا سکتا ہوں کہ وہ خود مجرم ہیں اور ان کی مثال انہی لوگوں کی سی ہے جن کے متعلق قرآن مجید میں آتا ہے کہ وہ جب رسول کریم ﷺ کی مجلس سے اُٹھ کر چلے جاتے تو ایک دوسرے سے کہتے مَاذَا قَالَ اٰنِفًا۔[7] اس نے ابھی کیا بات کہی ہے۔ یہ لوگ نہ میری باتوں کو غور سے سنتے ہیں نہ سمجھنا چاہتے ہیں اور ہمیشہ جوش یہ ہوتا ہے کہ خلیفہ کی بات پر کچھ اعتراض کریں چونکہ اس قسم کے لوگوں کی باتوں سے سادہ لوح لوگوں کو دھوکا لگتا ہے اس لئے دوستوں کو چاہئے کہ جب کبھی ایسے شخص سے گفتگو کا انہیں موقع ملے وہ فوراً لاحول پڑھیں اور سمجھیں کہ یہ شیطان کا حربہ ہیں۔ ممکن ہے ان میں سے بعض کے دل میں بھی اخلاص نہ ہو لیکن چونکہ مجھے یہی یقین ہے کہ یہ لوگ خلافت کے مخالف نہیں نہ میرے ذاتی مخالف ہیں بلکہ سلسلہ سے اخلاص رکھتے ہیں اور جو غلطی انہوں نے کی ہے یا پہلے کرتے

رہے ہیں، وہ ایک حد تک طبیعت کی افتاد کی وجہ سے ہے اس لئے بجائے کوئی اور قدم اٹھانے کے میں یہی نصیحت کرتا ہوں کہ دوستوں کے سامنے جب یہ لوگ اس قسم کی باتیں کریں تو فوراً اَعُوْذُ اور لَاحَوْلَ پڑھکر ان کی مجلس سے اٹھ جائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اسی طرح چندروز ان کے سامنے اَعُوْذُ اور لَاحَوْلَ پڑھا جائے تو کچھ تعجب نہیں کہ ان کی اصلاح ہو جائے۔ دوستوں کی غفلت ہوتی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں یہ ہمارا بھائی ہے اس لئے جو کچھ یہ کہتا ہے اسے ہمیں سننا چاہئے۔ وہ یہ نہیں خیال رکھتے کہ خلیفہ اور سلسلہ کا رشتہ ان سے زیادہ گہرا ہے۔ کیا کوئی بھائی کی خاطر باپ اور ماں کو قربان کیا کرتا ہے۔ پس انہیں چاہئے کہ وہ نظام سلسلہ کے خلاف باتیں سنکر فوراً چوکس ہو جائیں اور کہنے والے سے کہہ دیں کہ مجھے پتہ نہیں تھا آپ کو شیطان نے اپنا آلۂ کار بنایا ہوا ہے میں آپکی مجلس میں بیٹھنا نہیں چاہتا۔

مجھے ان لوگوں کو ڈھیل دیتے دیتے ایک لمبا عرصہ ہو گیا ہے اور اب بھی میں انہیں کچھ نہیں کہتا مگر میں انہیں نصیحت کرتا ہوں کہ وہ سوچیں ان کا اپنا طریق عمل کیا ہے انکی اپنی تو یہ حالت ہے کہ وہ اس بات پر لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں کہ ہمیں فلاں عہدہ کیوں نہیں دیا گیا۔ فلاں کیوں دیا گیا۔ فلاں کے ماتحت ہم رہنا نہیں چاہتے۔ کبھی تنخواہ پر جھگڑا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ تمام باتیں بتلاتی ہیں کہ ان کے دماغ کی کَل بگڑی ہوئی ہے۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اگر بُرا بھلا کہا جائے تو انہیں غصہ نہیں آتا لیکن اپنی کوئی بات ہو تو جھگڑے بغیر رہ نہیں سکتے۔ میں متکبر نہیں اور نہ مجھے ظاہری علوم کے حاصل ہونے کا دعویٰ ہے مگر جو علم خدا تعالیٰ نے مجھے دیا ہے اس کے ماتحت میں کہتا ہوں کہ یہ تینوں اپنی نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے بند کر رہے ہیں اور اگر یہ توبہ نہیں کریں گے تو کسی دن کوئی ایسی ٹھوکر انہیں لگے گی جس کے نتیجہ میں ان کا سارا اخلاص جاتا رہے گا۔ آخر وجہ کیا ہے کہ دنیا جہان کے تمام اعتراض انہی پر کھولے جاتے ہیں اور جو بات ان کے ذہن میں آتی ہے وہ کسی اور کے ذہن میں نہیں آتی لیکن کسی شعبہ میں کسی پائیدار خدمت کا موقع انہیں نہیں ملتا۔ انہیں سوچنا چاہئے کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ سلسلہ کے تمام کام تو خدا تعالیٰ مجھ سے لے لیکن میری غلطیوں سے ہمیشہ انہیں آگاہ کرے۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کی تقسیمیں نہیں کیا کرتا۔

پس مَیں ان کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ توبہ کریں ورنہ میرے ہاتھوں یا خدا تعالیٰ کے ہاتھوں کسی دن ان پر ایسی گرفت ہوگی کہ رہا سہا ایمان ان کے ہاتھوں سے بالکل نکل جائے گا۔

(الفضل ۵؍فروری ۱۹۳۵ء)

---

۱ مسلم کتاب فضائل الصحابة باب فی فضل سعد بن ابی وقاص

۲ ترمذی کتاب الایمان باب ما جاء فیمن یموت وھو یشھد ان لا الہ الا اللّٰہ

۳ سیرت ابن ھشام جلد۲ صفحہ۱۵ مطبوعہ مصر ۱۲۹۵ء

۴ وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ قف فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ص وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ج وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ط وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ج وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا (النساء:۱۰۳)

۵ تاریخ ابن اثیر جلد۳ صفحہ ۵۰ مطبوعہ بیروت ۱۹۶۵ء۔

۶ **لارڈ اِرون** (Irwin Lord)۔ بعد میں لارڈ ہیلی فیکس(Halifax)۔ انگریز سیاستدان۔ اس کا تعلق کنزرویٹو پارٹی سے تھا۔ ۱۹۱۰ء تا ۱۹۲۵ء پارلیمنٹ کا رُکن رہا۔ ۱۹۲۶ء تا ۱۹۳۱ء وائسرائے ہند رہا۔ ۱۹۳۸ء تا ۱۹۴۰ء سیکرٹری خارجہ رہا۔ ۱۹۴۴ء میں اسے ارل بنا دیا گیا۔ اس دوران وہ امریکہ میں برطانیہ کا سفیر رہا۔ ۱۹۴۶ء میں اسے آرڈر آف میرٹ کا اعزاز ملا اس نے میونخ پیکٹ کی گُفت وشنید میں بڑا حصہ لیا۔

(اُردو جامع انسائیکلوپیڈیا جلد ا صفحہ ۹۰ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء + اُردو جامع انسائیکلوپیڈیا جلد ۲ صفحہ ۱۸۸۵ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء)

۷ محمد : ۱۷